اب سوال یہ ہے کہ جب یتیم لڑکی سے نکاح کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تو یہ حکم ہی بے معنی ہو جاتا ہے کہ اے اولیائے یتامیٰ تم ان سے کم مہر پہ نکاح مت کرو۔

یہ بھی واضح رہے کہ عربی تمدن میں رشتے یا محبت کے ہر معاملے میں ---- وراثت، ولایت، حضانت وغیرہ سب میں ---- اتنا زیادہ دخل تھا اور اب تک ہے کہ الاقرب فالاقرب کا اصول کسی وقت بھی نظر انداز نہیں ہوا۔ اس قبیلوی ذہنیت کا یہ حال تھا کہ ایک شخص نے اپنے دورِ جاہلیت کے ناجائز بچے تک کے لئے دعویٰ کیا تھا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ:

الولد للفراش و للعاھر الحجر

اولاد اسی کی ہوگی جس کے بستر پر ولادت ہوئی ہو اور بدکار کیلئے وہ پتھر سے زیادہ نہیں

فتح مکہ کے دن امامہ بنت حمزہ کا ولی حضور ﷺ نے زید اور علی کی بجائے امامہ کی خالہ کو قرار دیا۔

کیا اس قبیلوی جذبے کے ہوتے ہوئے آپ یہ توقع کر سکتے ہیں کہ مذکورہ سارے رشتے داروں کو چھوڑ کر صرف چچازاد بھائی ہی ولی ہوتا ہوگا یا سارے اقربہ مر جاتے ہونگے اور صرف عمزاد بھائی ہی زندہ رہتا ہوگا۔ جسے یہ حکم دیا گیا ہے کہ یتیمہ سے کم مہر پر نکاح مت کرو؟ ---- قرآن ایک فی صد واقع ہونے والے نادر الوقوع مسائل کے لئے کلیات نہیں بیان کیا کرتا۔ یہ حکم عام ہے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ خطاب اولیا سے نہیں معاشرے سے ہے تو اس کی توجیہہ بھی زیادہ اقرب الی الصواب ہے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

ایک نازک نکتہ اور بھی قابلِ غور ہے اور وہ ہے مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع کا لفظ۔ اثنین، ثلٰث، اربع کے معنی ہیں دو، تین، چار۔ اور مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع کے معنی ہیں دو دو، تین تین، چار چار۔ یعنی یہ معاملہ انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی و قومی ہے اور اس کی صورت یہی ہے کہ کسی حادثے (مثلاً جنگ) کی وجہ سے جب عورتوں اور مردوں کے تناسب تعداد میں غیر معمولی فرق پڑ جائے یعنی عورتیں زیادہ اور مرد کم ہو جائیں (کیونکہ جنگ میں زیادہ مرد ہی مارے جاتے ہیں) تو اس کا علاج یہ ہے کہ سوسائٹی کا ہر فرد، دو دو، تین تین اور چار چار تک نکاح کرے۔ ہر فرد سے مراد یہ ہے کہ اتنے افراد اس پر عمل کریں گے کہ کوئی عورت بے سہارا نہ رہے اور ساتھ ہی یتامیٰ کی کفالت و تربیت کا بھی سامان ہو جائے۔

جنگ کیلئے سیاق و سباق ڈھونڈنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جنگ نہ ہونے کی شکل میں بھی بعض اوقات ایسے انفرادی حالات پیش آ سکتے ہیں کہ چند افراد ایک سے زیادہ نکاح کر لیں (بشرط عدل) لیکن اس میں بھی مقصد یہی ہونا چاہئے جو اس آیت میں پیشِ نظر ہے یعنی یتامیٰ اور ایامیٰ کی معاشی و اخلاقی ناہمواری کا علاج، نہ کہ محض ہوس رانی۔ اگر عدل یا کفالت ہو سکے یا یتیم داو سے پیدا ہونیوالی مشکلات کو دور کرنا مقصد نہ ہو تو یہ تعدد برائے تعدد نہ کوئی سنت ہے اور نہ اس کی کھلی اجازت ہے۔ معاشرے کو حق ہے کہ اس پر پابندیاں عائد کرے۔

(م - ج)